سوال نمبر 2 (الف) (i) تعلیم کے دوسرے دور میں مذہب اسلام کے حوالے سے بڑی دلچسپ پیش رفت ہوئی۔ اسلام عرب سے نکل کر دریائے سندھ کے کنارے تک حکومت کر رہا تھا۔ سینکڑوں قبیلے عرب کے ریگستان سے نکل کر دور دراز ممالک میں آباد ہوتے جا رہے تھے۔ بہت سی قومیں اپنے ذاتی شوق سے حلقۂ اسلام میں داخل ہو رہی تھیں۔ مگر سلطنت کی طرف سے کوئی باقاعدہ تعلیمی نظام رائج نہ ہوا تھا۔

سوال نمبر 2 (الف) (ii) مذکورہ دور (یعنی تعلیم کا دوسرا دور) میں تعلیم کی سرپرستی میں حکومت کا کوئی کردار نہیں دکھتا کیونکہ حکومتیں ایسی بے تعلق اور اوپری تھیں کہ ملک کے عام اخلاق، معاشرت، تمدن پر فاتح قوم کی تہذیب کا اثر مطلق نہیں پڑ سکتا کیونکہ تمام علوم پر عربی زبان کی مہر بھی لگ چکی تھی اور سادگی کا دور تھا پر تربیت پر بے حد زور دیا گیا۔

سوال نمبر 2 (الف) (iii) تعلیم کے دوسرے دور میں علوم و فنون عربی زبان میں رائج تھے اور تیزی اور وسعت کے ساتھ بڑھتے جا رہے تھے۔

مشہور تعلیمی مراکز:-

اس دور کے مشہور تعلیمی مراکز میں مرو، ہرات، نیشاپور، بخارا، فارس، بغداد، مصر، شام، اندلس کا ایک ایک شہر بلکہ ایک ایک گاؤں بھی ~~شامل~~ شامل ہے۔

سوال نمبر 2 (الف) (iv)

تعلیمی تحصیل کے لیے کئی جگہیں مخصوص تھیں۔ عام تعلیم کے لیے ہزاروں مکتب قائم تھے اور اعلیٰ تعلیم کے لیے مسجدوں کے صحن، خانقاہوں کے حجرے، علماء کے مکانات موجود تھے یہ سب عمارتیں سادہ اور بے تکلف تھیں اور ان میں انکی وسعت و فیاضی کے ساتھ علم کی تربیت ہوتی تھی اور سلطنت کا اس سے کچھ لینا دینا نہ تھا۔ بعد میں اس مقصد کے لیے بڑے بڑے ایوان بھی تعمیر کیے گئے۔

سوال نمبر 2 (الف) (۷) **عنوان:-** تعلیم کا دوسرا دور

تلخیص:- تعلیم کے دوسرے دور میں دین اسلام کا حلقہ بہت وسیع ہو گیا تھا پر سلطنت کی طرف سے کوئی تعلیمی نظام رائج نہ تھا کیونکہ وہ ایسے بے تعلق تھے کہ عام عوام کی تہذیب پر فاتح قوم کا کوئی اثر نہ ہو گا۔ علوم و فنون عربی زبان میں رائج تھے۔ مختلف ممالک میں علمی مدارس گونج رہی تھیں۔ بیشتر مکتب تھے پر وہ سادہ اور کشادہ تھے جہاں پر تربیت پر کام ہوتا تھا اور سلطنت کا ان میں کچھ حصہ بھی نہ تھا۔

سوال نمبر 2 (الف) (vi)

سوال نمبر 2 (ب) (i) وطن کی سلامتی کے لیے شاعر نے نوجوان کو یہ ترغیب دی ہے کہ اپنی جوانی وطن کی حفاظت پر لٹا دو۔ رکو نہیں، چلتے رہو۔ ہمت کرو اور آگے بڑھو۔ وطن کی آبرو کی خاطر جان قربان کر دو۔ وطن میں سب کچھ تمھارے ہی دم سے ہے تو اسکے تحفظ کے لیے سب کچھ لٹا دو۔

سوال نمبر 2 (ب) (ii) **مرکزی خیال:-**

نوجوان نسل قوم کا ~~سرمایہ~~ سرمایہ ہوتی ہے۔ انھیں چاہیئے کہ اپنے وطن کے تحفظ کے لیے اپنا تن، من، دھن سب لٹا دیں۔ انھیں بے عمل نہیں ہونا چاہیئے اور ہمت اور بہادری کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ وطن کے تحفظ کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیئے۔

سوال نمبر 2 (ب) (iii) **تیغِ بے اماں :** اس سے مراد وہ تلوار ہے جس سے کوئی نہ بچ سکے۔ وہ تلوار جو سب کو کچل دے، کوئی اس سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔ مراد یہ کہ باطل قوتیں اس تلوار سے بچ نہیں سکیں گی اور نوجوانانِ وطن ان کا قلعہ قمع کریں گے۔

سوال نمبر 2 (ج) (i) عشق میں ہار اور جیت کا ایک جیسا ہی مقام ہے کیونکہ اگر انسان جیت جائے تو محبوب کا قرب حاصل ہو جاتا ہے جو کہ عاشق کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے اور اگر ہار جائے تو وہ میدانِ عشق میں امر ہو جاتا ہے۔ آنے والوں کے لیے عملی نمونہ اور مثال بن جاتا ہے کیونکہ اس نے اپنے محبوب کو پانے میں سب کچھ لٹا دیا۔

سوال نمبر 2 (ج) (ii) درد ہجر میں انسان کی کیفیت :

درد ہجر میں انسان پتھر کا ہو جاتا ہے۔ وہ اتنی مشکلات دیکھتا کہ اب وہ ثابت قدم ہو گیا ہے اور اب وہ پتھر دل ہو گیا ہے گویا محسوسات ختم ہو گئی ہیں۔

؎ رنج سے خوگر ہو تو مٹ جاتا ہے رنج
اب مشکلیں اتنی پڑیں کہ آساں ہو گئیں

سوال نمبر 2(د) (i)

الف) اس نے مجھے میری کتاب واپس کر دی۔

امدادی فعل: دی

ب) اذان کا وقت ہوا چاہتا ہے۔

امدادی فعل: چاہتا

ج) دو گھنٹے بعد یہاں سے چلا گیا۔

امدادی فعل: گیا

سوال نمبر 2 (د) (ii)

مطلع: مطلع سے مراد "شروع ہونے کی جگہ" یا "پھوٹنے اور نکلنے کی جگہ" ہے۔ یہ غزل کا پہلا شعر ہوتا ہے۔ اسکے دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں۔

امثال:-

آدمی آدمی سے ملتا ہے
دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

ہستی
آدمی

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 1) (۱) اقتباس کی تشریح

زیرِ تشریح اقتباس میں مصنف نے رجائیت اور قنوطیت کی اہمیت بیان کی ہے۔ اختر اور منظور کی ملاقات ہسپتال میں ہوئی اور دونوں کی بہت اچھی دوستی ہو گئی تھی۔ اختر جو کہ زندگی سے ہار مان چکا تھا، زندگی کو بے معنی سمجھنے لگا تھا اور اس کی زندگی سے امید کی کرن جا چکی تھی۔ ایسے میں منظور اسکے لیے مسیحا ثابت ہوا۔ یہ وہ معجزہ اور تحفہ تھا خدا کا جس نے اختر کو نئی زندگی دی۔ اس نے اختر کے اندھیر اور تاریک دل کو منور کر دیا۔ پہلے وہ گھٹ گھٹ کر جیتا تھا اب زندگی پر لطف دکھنے لگی۔ یہ سب منظور کی وجہ سے ممکن ہوا۔

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

اختر کی قنوطیت اور یاسیت اور رجائیت میں بدل گئی۔ وہ زندگی کو الگ نظر سے دیکھنے لگا۔ اس زندگی میں خوبصورتی دکھنے لگی اور زندگی پُر لطف نظر آنے لگی۔
اب وہ مرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ تندرست، توانا اور صحت مند ہو کر ہسپتال سے واپس گھر جانا چاہتا

تھا- اور اس کو زندگی میں امید نظر آنے لگی- امید کی
کرن پھر سے ظہور دار ہوگئی اور اب وہ ٹھیک ہو کر
صحت مند زندگی بسر کرنے کا خواہاں ہوگیا-
گویا منظور کی رجائیت نے اس پر مثبت اثر ڈالا
اور ~~اسکے~~ ~~خوش~~ اسکی وجہ سے اختر جینے لگا-

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کو کچھ کم نہ تھے کروبیاں

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 1) (۱)

تشریح

زیرِ تشریح بند میں شاعر صبح کے وقت کی افادیت بتا رہے ہیں۔ صبح کا وقت وہ پاک اور خوبصورت وقت ہے جب ہر چیز پر تازگی ہوتی، خوبصورتی اور پاکیزگی ہوتی ہے۔ یہ وقت اللہ اور اسکے بندے کے ملنے کا وقت ہے۔

یہ وہ پاک وقت ہے جب اللہ اپنے بندوں کی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔ تہجد پھر فجر پھر چاشت کا وقت ہوتا ہے سو بندے کو چاہیئے کہ اٹھے اور رب سے مانگے۔

اس وقت دل نور کی روشنی سے منور ہو جاتے ہیں۔

"بے شک نماز نیند سے بہتر ہے"

یہ وہ وقت ہے جب ہر طرف رحمت چھا جاتی ہے۔ انعام و اکرام سے رب نوازتا ہے۔ جو معافی کے طلبگار ہیں۔ رب انھیں بخشتا ہے۔ جو کسی چیز کے طلبگار ہیں انھیں وہ عطا کر دیتا ہے۔ گویا اس وقت ہر ذی روح عبادت کرتی ہے۔ رب کے حضور سر بسجود ہوتی ہے تو اے انسان! اٹھو۔ اس وقت آرام کرنا ہرگز مناسب نہیں

؎ حفیظ تو سوتا ہے ہر صبح اور وقتِ اذان
مرغ و ماہی سب اٹھے یادِ خدا کے لیے

شاعر مزید کہتے ہیں کہ اس وقت ہمیں رو رو کر اللہ سے مدد طلب کرنی چاہیے۔ یہی عقیدہ صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کا ہے۔ ہمیں رب کے آگے اپنے گناہوں کو تسلیم کر کے بخشش مانگنی چاہیئے۔ ہر شخص کو چاہیے کہ اپنی انا، خودی اور ضد کو چھوڑ دے کیونکہ خدا نزدیک ہے۔ ساتویں آسمان پر آگے اپنے بندے سے کہتا ہے بول کیا چاہتا ہے تو تو اس وقت کو کسی صورت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ رب کے آگے رو کر گڑ گڑا کر دعا مانگنی چاہیئے۔ وہ ہر کسی کی سنتا ہے۔

ے یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے آدمی کو دیتا ہے نجات

بقول شاعر:

ے خدا کو آدمی سمجھا ہے کیا
جو یوں گڑ گڑا کر مانگتا ہے تو

فنی محاسن:-

- مسدس کی ہیئت
- "اے روح!" ندائیہ کا استعمال
- صنعتِ تضاد (غلام اور آقا)

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 1)

شعر نمبر ا :-

اس شعر میں شاعر زندگی کی تلخ حقیقت بیان کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میرے صحن میں کچھ پتھر آ گر جو کہ لوگوں نے درخت سے پھل توڑنے لیے مارے۔ اب جو میرے گھر کا درخت تھا اسکا سارا پھل دیوار کے باہر جا گرا اور پتھر میرے صحن میں۔ گویا میری محنت کا صلہ اوروں نے لیا۔ تمام عمر میں محنت کی، مشقت کی اور جب صلہ ملنے کا وقت آیا تو اور لوگ پھل لے گئے میری محنت کا اور میں خالی ہاتھ رہ گیا۔
لیکن پھر بھی میں صبر کیا۔ میری اچھائی کی مجھے بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔ ایسے معاشرے میں جہاں برائی عام ہے، انسان کو اچھائی کا بدلہ اچھائی سے نہیں ملتا۔ لیکن پھر بھی میں نے سب کا بھلا چاہا۔

ؔ ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

فنی محاسن :

"مطلع" یہ شعر مطلع ہے۔ اسکے دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ردیف ہیں۔

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 2) شعر نمبر ۲ :-

اس شعر میں شاعر نے اپنی خودداری اور انانیت کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ بہت حساس اور خوددار ہونے کے سبب کہتے ہیں کہ اگر میرے نصیب میں مشکلیں، پریشانیاں اور تکالیف ہی لکھی ہیں۔ تو میں انھیں اکیلا برداشت کروں گا۔ کسی کو رازدار نہیں بناؤں گا۔ اور جس طرح دیوار میں دراڑ آئے تو اپنے ہی سائے پر گرتی ہے تو میں بھی دل میں ہار تسلیم کر کے ٹوٹ جاؤں گا پر ظاہر کچھ نہیں کروں گا۔
ایک خوددار انسان اپنی مشکلات پر واویلا نہیں مچاتا۔ صبر کرتا ہے اور برداشت کرتا ہے۔

ہ خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

گویا مسائل عام زندگی میں ہوں یا عشق مجازی کے حوالے سے تو میں ڈھنڈورا نہیں پیٹوں گا۔ محبوب کتنا ہی جفاکش کیوں نہ ہو میں کسی سے اسکی شکایت نہیں کریں گا اور ثابت قدم رہوں گا۔

ہ اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں
میں کہوں گا تو گِلہ ہو گا

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 3) **شعر نمبر ۳ :-**

اس شعر میں شاعر زندگی کی ناانصافیوں اور ناہمواریوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ شاعر کہتے ہیں کہ ستارے کتنے روشن ہوتے ہیں اور جب کچھ ٹوٹ کر میرے پاس آ گرے تو وہ اجالا کرنے کی جگہ اور اندھیرا کر گئے۔ ان روشن ٹکڑوں کا گرنا بے فائدہ ثابت ہوا۔ گویا میرا نصیب ہی سویا ہے۔ اگر کچھ مفید میرے پاس آتا ہے تو وہ بھی بے کار ہو جاتا ہے۔ اجالے کے خطوط یعنی چمکتے تارے بھی میرے گھر میں گر کر اندھیرا ہو گئے۔

~ زندگی ہے یا کوئی طوفان
ہم تو اسے جینے کے ہاتھوں مر چلے

گویا قسمت میرا ساتھ نہیں دیتی۔ زندگی میں مشکلات اور پریشانیوں کا بسیرا ہے۔

~ قیدِ حیات و بندِ اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے انسان سکون پائے کیوں

فنی محاسن :-

صنعتِ تضاد (تیرگی - اجالے)

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 1) **"درخواست"**

بخدمت جناب چیئرمین، یونین کونسل، ضلع اب ج

عنوان: محلے میں آلودگی کے حوالے سے درخواست

جناب عالی!

مؤدبانہ گزارش ہے کہ ہم محلہ د۔ ڈ۔ ذ کے رہائشی ہیں اور یہاں پر دیگر مسائل کے ساتھ آلودگی اور گندگی کا پھیلاؤ ایک اہم مسئلہ ہے۔ یونین کونسل کے ورکرز کی عدم موجودگی اور کام سے بے دلی کے سبب شہر میں صفائی کا نظام ناقص ہے۔ پچھلے ایک ہفتے سے کوڑا اٹھانے کے لیے ٹرک نہیں آیا نہ ہی ملازمین صفائی کے لیے آئے ہیں۔ لوگ بھی بے احتیاطی برتتے ہیں اور کوڑا ادھر ادھر پھینک دیتے ہیں۔

اس سب کا لوگوں کی صحت پر منفی اثر پڑتا ہے۔ نئی نئی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ ڈینگی، ملیریا، کالا یرقان، جلد اور پھیپھڑوں کا کینسر اور کئی اور بیماریاں پھیل رہی ہیں۔ یہ جان لیوا امراض ہیں۔ اگر صفائی کا خیال رکھا جائے تو ہی اہل محلہ صحت مند رہیں گے۔ پچھلے ہفتے ہی دو بچوں کو ڈینگی ہوا۔ صفائی اور آلودگی میں کمی کے لیے میونسپل کارپوریشن کو اہم اقدامات کرنے چاہییں۔

مجھے امید ہے کہ آپ میری درخواست پر غور کریں گے اور جلد از جلد اہم اقدامات اور احکام جاری کر دیں گے

تاکہ اہلِ محلہ صحت مند رہ سکیں۔
عین نوازش ہوگی۔
بتاریخ: ۱۵ مئی ۲۰۲۴ء

العارض
آپکی خیر خواہ
ا - ب - ج

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 1) "مضمون نویسی"

ج۔ میرا پسندیدہ شاعر

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

شعراء کو ایک معاشرے میں بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ وہ اپنے خوبصورت کلام کے ذریعے معاشرے میں بیداری اور شعور پیدا کرتے ہیں۔ ہر زبان میں ادیب اور شعراء بڑے اہم ہوتے ہیں۔ اردو زبان میں بہت سے بڑے شعراء گزرے ہیں سب کا الگ اسلوب، الگ مقاصد اور طرز تھا۔ سب عمدہ تھے پر میرے پسندیدہ شاعر **علامہ محمد اقبال** ہیں۔

آپ 9 نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپکے والد شیخ نور محمد ایک متقی آدمی تھے۔ آپ کا تعلق ایک کشمیری گھرانے سے تھا۔ آپکے والد ایک تاجر تھے۔ ابتدائی تعلیم سیالکوٹ سے پھر لاہور سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے باہر گئے اور پی ایچ ڈی کر کے لوٹے۔ اور لا پریکٹس کیا پھر بعد میں وطن کی تعمیر اور الگ وطن کے حصول کے لیے جدوجہد کی۔ کھانے میں آپکو پلاؤ، کباب اور آم بہت پسند تھے۔ آپکے دو بچے تھے: منیرہ بی بی اور جاوید اقبال۔ علی بخش آپکے وفادار ملازم تھے۔ آپ ایک عظیم شاعر اور فلسفی

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 2) آپکو شاعرِ مشرق بھی کہتے ہیں۔ آپ نے بچوں کے لیے بہت سی اخلاقی نظمیں لکھیں مثلاً: **ماں کی دعاء، پہاڑ اور گلہری، مکڑا اور مکھی** وغیرہ وغیرہ۔ اسکے علاوہ آپ نے حب الوطنی اور دین کے حوالے سے بھی بہت کچھ لکھا۔ آپ نے کل ۸ کتابیں لکھیں جن میں **بانگِ درا، جاوید نامہ، بالِ جبریئل وغیرہ** شامل ہیں۔ شکوہ اور جواب شکوہ بھی آپکی مشہور تصانیف ہیں۔

آپ نے مسلمانوں کو اپنے کھویا ہوا مقام یاد کرایا اور اس پر آہ و فغاں کرنے کی بجائے ہمت اور حوصلہ کرکے واپس اپنی منزل حاصل کرنے کی تاکید کی۔

✓ تمھیں اپنے اباء سے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تم گفتار وہ کردار، تم ثابت وہ سیارہ

انھوں نے مسلمانوں میں وہ عظیم صفات اجاگر کرنے کی کوشش کی جنھیں بھول کر آج وہ اندھیر میں گھر گئے ہیں اور رسوا ہو رہے اور غیر ملکی لوگ ان پر قابض ہو گئے۔ حوصلہ، ہمت، اخلاص، محبت، ثابت قدمی ہی وہ صفات ہیں جنھیں بھول کر آج ہم انتشار میں گھر گئے ہیں۔

✓ تھے وہ اباء تمھارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

اقبال نے نوجوانوں کو اس بات کا احساس دلایا کہ آج کا مسلمان بے عمل ہو گیا ہے۔ آرام پسند ہے۔ اسلیے پستی میں گر پڑا ہے۔

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 3) اقبال کی شاعری میں "خودی" کا فلسفہ کثرت سے ملتا ہے۔ اور نوجوان نسل کو وہ شاہین کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ انکے نزدیک جو چیز ہمیں آگے بڑھنے میں مدد دیتی ہے اور ارتقاء کا باعث ہے وہ عشق ہے۔

خودی کیا ہے رازِ درونِ حیات
خودی کیا ہے بیداریِ کائنات

اقبال کے مطابق نوجوان نسل میں بڑی ہمت ہوتی ہے اور وہ قومی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ شاہین اسلئے کہا انھوں نے کیونکہ اسکی نظر تیز اور دور تک ہوتی ہے تو وطن کے نوجوانوں کو بھی دور اندیش ہونا چاہیئے۔

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں۔

آپ ہی وہ عظیم شخصیت ہیں جنھوں پاکستان کا خواب دیکھا اور ۱۹۳۵ء میں **خطبہ آلہ باد** میں مسلمانوں کے لیے الگ وطن طلب کیا۔ انھوں نے خوب انداز میں مسلمانوں کی قیادت کی۔ اور آپکے اس خواب کی بدولت آج ہم ایک آزاد ملک میں سانس لے رہے ہیں۔
آپ کے نظریات آفاقی تھے۔ آپ کے مطابق مسلمان ایک **ملت** کی مانند ہیں۔ دنیا بھر کے مسلمان ایک ہیں۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 4) بے شک آپ باہر سے پڑھ کر آئے تھے پر سچے عاشقِ رسول تھے۔ اللہ سے محبت کرتے۔ صوفی تھے۔ اسلیے باقیوں کو بھی مسلمان ہونے پر فخر کرنے کی تاکید کی۔

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی ﷺ

گویا آپ نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کی اصلاح کی۔ شعور پیدا کیا اور آپکی نظمیں شہرہ آفاق تھیں۔ آپکو الہام ہوتا اور آپکا کلام مختلف زبانوں میں اسکا ترجمہ کیا گیا اور پڑھا جاتا ہے۔

گویا یہ عظیم انسان ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو حق کی رحمت سے جا ملا۔ آپ بادشاہی مسجد کے صحن کے سامنے دفن ہیں۔ آپ کی زندگی سے ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔ یہ سورج تو غروب ہو گیا پر اسکا کلام زندہ ہے۔